OPEN ACCESS
AFKĀR
ISSN 2616-8588 (Online)
ISSN 2616-9223 (Print)
afkar.com.pk; iri.aiou.edu.pk

Scan for download

يحي بن ابی بکر العامری (893ھ) بحیثیت سیرت نگار

(بهجة المحافل وبغية الاماثل کے تناظر میں)

Yaḥya bin Abī Bakr Al 'Aāmrī as a Sīrah Writer

(In Perspective of Bahjatul Maḥāfil wa Bughyatul Amāthil)

Muhammad Umair Raouf
Ph.D Scholar
Department of Arabic & Islamic Studies, GCU, Lahore

Dr. Hafiz Muhammad Naeem
Chairperson/Associate Professor
Department of Arabic & Islamic Studies, GCU, Lahore

ABSTRACT

Yaḥya bin Abī Bakr Al 'Aāmrī (d.893 A.H.) was a Yamanī scholar of ḥadith, Fiqh and sīrah. His book "بهجةالمحافل وبغيةالاماثل فی تلخيص السيروالمعجزات والشمائل" is a masterpiece and a distinct work on sīrah of the Holy Prophetﷺ. As the name shows, author has divided the book in three parts to discuss three core areas of sīrah. This book can be fairly acknowledged as an Encyclopedia of sīrah, as it discusses almost every the aspect of the life of the Prophet Muhammadﷺ, such as his attributes, miracles, incidents and battles and so on. In this book, Imām Al 'Aāmrī deals with sīrah in a unique pattern. He infers Islamic law and rulings from sīrah narrations. This article explores the approach and methodology of "Yaḥya bin Abī Bakr Al 'Aāmrī" in account of interpreting the sīrah of Prophet Muhammadﷺ and highlights its significant aspects with substantial details.

Keywords: *Yaḥya bin Abī Bakr Al 'Aāmrī, Sīrah, Islamic law, Yamanī scholar, Bahjatul Maḥāfil wa Bughyatul Amāthil.*

CC BY

نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس ہر مسلمان کی زندگی کا مرکز و محور ہے۔ آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکات مسلمانوں کی زندگی میں اساسی اہمیت کی حامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دورِ صحابہ ہی میں آپ ﷺ کے معمولاتِ شب و روز کی جمع و تدوین کا آغاز ہو گیا تھا۔ سیرتِ طیبہ کی تدوین کا یہ سلسلہ ہر دور میں نئی نئی جہتوں کے ساتھ جاری رہا اور آج بھی جاری و ساری ہے۔ بہت سے متقدمین و متاخرین علمائے کرام کو اللہ تعالی نے جمع و تدوینِ سیرت کی خدمت سرانجام دینے کی سعادت بخشی جن میں حضرت عروہ بن زبیر اور حضرت ابان بن عثمان، جیسے تابعین، محمد بن شہاب زہری اور محمد بن اسحاق جیسے بلند پایہ علمائے کرام، محمد بن ہشام اور امام طبری جیسے سیرت نگار، ابن حزم اور ابن عبدالبر جیسے بلند پایا شیوخ اور امام ابن قیم الجوزیہ و امام ابن کثیر جیسے فقہاء شامل ہیں۔

اسی بابرکت و باسعادت جماعت کے ایک رکن یحیٰ بن ابی بکر العامری ہیں۔ سیرتِ رسول اکرم ﷺ کے موضوع پر موصوف کی کتاب کا نام "**بهجة المحافل وبغية الاماثل فی تلخيص السيروالمعجزات و الشمائل**"[1] ہے۔ یہ کتاب مضامینِ سیرت کے تنوع اور کثرت کی وجہ سے سیرت النبی ﷺ کا انسائیکلوپیڈیا کہلانے کی مستحق ہے۔ مقدمہ کتاب میں مذکور مؤلف کے بیان کے مطابق یہ کتاب تین ایسے موضوعات (وقائع سیرت، معجزات نبوی اور شمائل و خصائلِ نبوی ﷺ) کا مجموعہ ہے جن پر علیحدہ علیحدہ کتب تالیف کرنا بھی ممکن تھا لیکن اس کتاب میں ان تمام موضوعات کو ایک ہی جگہ اختصار کے ساتھ سمو دیا گیا ہے۔ گویا یہ کتاب قاری کو تین مختلف کتب کے مطالعہ سے مستغنی کر دے گی۔

مؤلف کا مختصر تعارف

ابوزکریا یحیٰ بن ابی بکر العامری الحرضی الیمانی 816ھ میں یمن کے ایک ساحلی شہر حرض میں پیدا ہوئے۔ موصوف شافعی المسلک تھے۔ آپ کے والد گرامی بھی وقت کے مشہور عالم اور فقیہ تھے۔ آپ نے زیادہ تر تعلیم یمن کے مشہور علماء ہی سے حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں علی بن ابراہیم النحوی، محب الدین محمد بن ابی حامد المطری اور محمد بن ابی الغیث الکمرانی قابل ذکر ہیں۔ موصوف نے 835ھ میں زیارتِ بیت اللہ کی سعادت حاصل کی اور فریضہ حج ادا کیا۔ وہاں آپ نے وقت کے معروف علماء اور محدثین امام ابوالفتح المراغی اور تقی الدین ابن فہد سے علم حدیث حاصل کیا۔[2] یمن اور گردو پیش کے بہت سے مشہور اور جید علماء نے موصوف سے کسب فیض کیا۔ صدیق بن ادریس المذحجی، عز الدین بن حسن، ابراہیم بن ابی بکر العامری اور عبدالرحمٰن بن علی بن ابی بکر آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں۔ آپ نے 893ھ میں یمن کے ساحلی شہر حرض میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔[3] وفات کے وقت آپ کی عمر 77 سال تھی۔

تالیفات

یحیٰ بن ابی بکر العامری نابغہ روزگار علمی شخصیت تھے۔ آپ نے فقہ، حدیث، رجال، سیرت، عقیدہ اور طب پر کئی کتب لکھیں جن میں سے چند اہم کتب کے نام درج ذیل ہیں:

- الرياض المستطابة فی جملة من روی فی الصحيحين من الصحابة
- غربال الزمان فی وفيات الاعيان
- بيان الاعتقادوما يكثراليه احتياج العباد
- العددفيما لا يستغنی عنه الاحد

- سراج الظلمة والرحمة لهذه الامة
- التحفة الجامعة لمفردات الطب النافعة
- بهجة المَحافِل وبُغية الاَماثِل فی تلخيص السيروالمعجزات والشمائل[4]

آپ کی تالیفات کے بارے میں امام شوکانی لکھتے ہیں:

ومؤلفاته مشهورة مقبولة نافعة مفيدة[5]

''ان کی تالیفات مشہور و مقبول ہیں اور نفع بخش و مفید ہیں''۔

امام العامری کے بارے میں علماء کی آراء

امام ابو بکر العامری کے بارے میں چند علماء کی آراءدرج ذیل ہیں، جن میں ان کے علمی مقام و مرتبہ کااعتراف واظہار کیا گیا ہے:

مشہور عالم اور مؤرخ طیب بن عبد اللہ بامخرمہ علامہ العامری کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وشيخ مشايخنا الامام العالم الحافظ الصالح العابدغلب عليه علم الحديث وكان فيه متقنا وعارفا به وبطرقه وعلومه۔[6]

''اور وہ ہمارے اساتذہ کے استاذ، امام، عالم، حافظ، نیک اور عبادت گزار ہستی تھے۔ آپ کو علم حدیث پر عبور تھااور آپ اس میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ حدیث کی اسناد اور دیگر تمام متعلقہ علوم کو خوب جاننے والے تھے۔''

امام محمد بن عبد الرحمٰن السخاوی موصوف کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

يحيى بن أبي بكربن محمدبن يحيى بن محمدبن حسن العامري الحرضي اليماني محدثها بل شيخ تلك الناحية وصالح اليمن الشافعي۔[7]

''یحیٰی بن ابی بکر بن محمد بن یحیٰی بن محمد بن حسن العامری الحرضی الیمانی نہ صرف اس علاقے (یمن) کے محدث بلکہ شیخ (عالم) تھے اور یمن کے ایک شافعی المسلک نیک آدمی تھے۔''

بهجة المحافل وبغية الاماثل کا تعارف

سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر یحیٰی بن ابی بکر العامری کی کتاب کا مکمل نام ''بَهجة المَحافِل وبُغية الاَماثِل فی تلخيص السير والمعجزات والشمائل'' ہے۔ فاضل مؤلف نے کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر حصہ کو ''القسم'' کا نام دیا ہے۔ ہر قسم کو ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر باب میں موضوعات و مضامین کی مناسبت سے فصول قائم کی گئی ہیں۔

القسم الاول کا نام ''فی تلخيص سيرته ﷺ'' ہے۔ یہ نبی کریم ﷺ کی ولادت سے رحلت تک کے حالات وواقعات پر مشتمل ہے۔ اس قسم کو مؤلف نے چھ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

پہلا باب نبی مکرم ﷺ کے نسب کی عظمت وپاکیزگی کے بارے میں ہے۔ اس باب میں آپ ﷺ کے آباء کا مختصر ذکر ہے۔ علاوہ ازیں اس میں آپ ﷺ کی ولادت ووفات والے شہروں (مکہ و مدینہ) کی فضیلت بھی بیان کی گئی ہے۔

دوسرے باب میں آپ ﷺ کی ولادتِ باسعادت اور آپ ﷺ کے مشرف بہ نبوت ہونے تک کے حالات سنہ کی ترتیب سے بیان کیے گئے ہیں۔

سب سے پہلے امام العامری نے نبی کریم ﷺ کی ولادتِ مبارکہ سے متعلق مختلف امور مثلاً تاریخ، دن، جائے ولادت، بوقت ولادت اور بعد از ولادت وقوع پذیر ہونے والے حوادث وغیرہ پر بحث کی ہے۔ اس کے بعد مؤلف نے پہلی وحی کے نزول تک کے عرصہ میں پیش آنے والے اہم واقعات کا تذکرہ علیحدہ علیحدہ سنین کے تحت کیا ہے۔

تیسرا باب پہلی وحی کے نزول اور اس کے بعد ہجرت تک کے حالات و واقعات سنہ کی ترتیب سے بیان کیے گئے ہیں۔

چوتھے باب میں نبی اکرم ﷺ کے سفر ہجرت کا تذکرہ کیا ہے اور رحلت تک کے تمام اہم واقعات کہیں اجمالاً اور کہیں تفصیلاً بیان کیے ہیں۔

پانچویں باب میں نبی کریم ﷺ کی اولاد اور رشتہ داروں کے ساتھ خادمین، محافظین، کاتبین، سفراء اور عشرہ مبشرہ کا الگ الگ تعارف کروایا گیا ہے۔

چھٹا باب آپ ﷺ کی سواریوں، مویشیوں، اسلحہ، ملبوسات، انگوٹھیوں اور گھروں کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔ اس باب کے اختتام پر غزوات و سرایا کی تعداد پر بھی بحث کی گئی ہے۔

القسم الثانی "فی اسمائه الكريمة وخلقته الوسيمة وخصائصه ومعجزاته وباهر آياته" ہے۔ اس میں نبی اکرم ﷺ کے اسماء کریمہ، معجزات و کرامات اور خصائص پر بحث کی گئی ہے۔ یہ قسم چار ابواب میں منقسم ہے۔

پہلا باب نبی کریم ﷺ کے اسماء اور ان کے فضائل کے بارے میں ہے۔ اس باب میں آپ ﷺ کے وہ نام بھی ذکر کیے گئے ہیں جو کتبِ قدیمہ میں مذکور ہیں۔

دوسرا باب نبی اکرم ﷺ کی جسمانی ساخت و وجاہت پر روشنی ڈالتا ہے۔ اس باب میں مؤلف نے آپ ﷺ کی جسمانی خصوصیات و کمالات کو نہایت احسن انداز میں بیان کیا ہے۔

تیسرا باب دو انواع میں منقسم ہے۔ پہلی نوع میں ان خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے جو نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کو بطور خاص عطا کی گئیں۔ دوسری نوع میں صرف ان خصائص کا ذکر کیا گیا جو انفرادی طور پر صرف اور صرف آپ ﷺ کو ہی حاصل ہوئے اور اس میں آپ ﷺ کی امت یا کوئی اور فرد شامل نہیں۔ چوتھے باب میں آپ ﷺ کے جملہ معجزات کا ذکر کیا گیا ہے۔

القسم الثالث کا عنوان "فی شمائله وفضائله واقواله وافعاله فی جميع احواله" ہے۔ القسم الثالث نبی اکرم ﷺ کے شمائل و فضائل، اقوال و افعال اور کچھ متفرق موضوعات کے بارے میں ہے۔ اس کو مؤلف نے تین ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

پہلا باب مختلف امور میں آپ ﷺ کی عاداتِ کریمانہ کی وضاحت کرتا ہے۔

دوسرے باب میں نبی کریم ﷺ کے اخلاق عالیہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

تیسرا باب عبادات وغیرہ میں آپ ﷺ کی ہدایات اور شمائل و طریقہ کار کو بیان کرتا ہے۔ اس باب میں چند متفرق موضوعات بھی ہیں مثلاً اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام کی فضیلت کا بیان، حدیث رسول ﷺ اور اس کے راویوں کا مقام و مرتبہ اور روایتِ حدیث کے آداب کا تذکرہ وغیرہ۔ اس باب اور کتاب کا اختتام نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کی اہمیت و فضیلت کے بیان پر ہوتا ہے۔

علامہ ابو بکر العامری نے اس کتاب میں خصوصیت کے ساتھ سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر اس انداز میں بحث کی ہے کہ حیاتِ طیبہ کا کوئی ایک اہم موضوع بھی غیر موجود اور تشنہ نہ رہنے پائے اور استفادہ کرنے والا اس کو ہر لحاظ سے مکمل اور فوائد و حکم سے بھرپور پائے۔

سیرت نگاری میں یحییٰ بن ابی بکر العامری کا منہج واسلوب اور خصائص

قرآنِ کریم سے استدلال

قرآن کریم مصادر شریعت میں سب سے بنیادی اور اوّلین مصدر ہے۔ بھجة المحافل میں بھی مؤلف نے قرآن کریم ہی کو بنیادی اور اوّلین مصدر کی حیثیت دی ہے۔ وقائع سیرت کے بیان کے ضمن میں مؤلف نے متعدد مقامات پر قرآنی آیات سے استدلال کیا ہے۔ اس حوالے سے امام العامری کا منہج یہ ہے کہ وہ نیا موضوع شروع کرتے ہوئے ابتدا میں اس موضوع سے متعلق آیات کا تذکرہ کرتے ہیں۔ بعض اوقات دورانِ بحث اپنی بات کے ثبوت میں قرآنی آیات بطور استدلال درج کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں بعض مقامات پر وہ واقعات سیرت کے حوالے سے آیات کے نزول پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ یعنی کوئی واقعہ بیان کرتے ہوئے اگر اس موقع پر یا اس میں مذکور کسی شخص کے بارے میں کوئی آیت نازل ہوئی ہو تو وہ اس کی نشاندہی کر دیتے ہیں۔ اخذ احکام میں قرآن مجید کو دلیل اول کے طور پر لاتے ہیں جیسا کہ تحویل قبلہ کے ضمن میں ذاتی رائے کا اظہار کرتے ہوئے موصوف نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے کو آیاتِ قرآنی "وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ"[8] اور "قَدنَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ"[9] کی بنیاد پر نبی اکرم ﷺ کے اجتہاد کے بجائے اللہ تعالیٰ کا حکم قرار دیا ہے۔[10]

بھجة المحافل و بغية الاماثل سے استدلال بالقرآن کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

القسم الاول کے پہلے باب کی ایک فصل "**فیما وردمن فضل بَلَدَی مولده ووفاته**" میں مؤلف نے مکہ اور مدینہ کی فضیلت پر بحث کی ہے اس بحث کے آغاز میں انھوں نے لکھا ہے کہ:

ولا خلاف بين العلماء أنهما افضل البلدان على الاطلاق

بعدازاں موصوف نے دونوں شہروں کی فضیلت کے دلائل بیان کیے ہیں۔ یہاں مؤلف نے مکہ مکرمہ کے مختلف نام مکہ، بکہ، ام القریٰ، قریہ، بلد، بلد الامین، بلدہ اور معاد بھی ذکر کیے ہیں۔[11]

اس ضمن میں انھوں پہلے مکہ مکرمہ کی فضیلت کے بارے میں دلائل دیے ہیں اور درج ذیل آیات سے استدلال کیا ہے:

- وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثابَةً لِلنَّاسِ وَأَمْناً[12]
- أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنا حَرَماً آمِناً وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ [13]
- إِنَّما أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدرَبَّ هذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَها [14]

القسم الاول کا چوتھا باب "**فی هجرته ﷺ وما بعدها الی وفاته**" ہے۔ دوسرے سنہ ہجری کے واقعات بیان کرتے ہوئے مؤلف نے اس سال صدقہ فطر کے حکم کے نزول کا ذکر کیا اور اس کے وجوب کی بنیاد آیت مبارکہ "قَداَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى۔وَذَكَراسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى" [15] قرار دی اور لکھا کہ اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد صدقہ فطر اور اس کے بعد نمازِ عید کی ادائیگی ہے۔[16]

القسم الاول کے باب چہارم ہی میں چار ہجری میں پیش آمدہ واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہاں ابتدا میں مؤلف نے نمازِ قصر کے حکم کے نزول کا ذکر کیا ہے اور سورۃ النساء کی آیت "وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا"[17] بطور استدلال بیان کی ہے۔[18]

روایاتِ احادیث سے استدلال

شریعتِ اسلامی کا دوسرا بنیادی ماخذ شارع اسلام ﷺ کے احکام وفرامین ہیں۔ علامہ یحیٰ بن ابی بکر العامری نے اپنی تالیف میں احادیث سے بہت زیادہ استدلال کیا ہے۔ علم حدیث میں موصوف کی مہارت کا تذکرہ ان کے تعارف کے ضمن میں کیا جا چکا ہے اور کتاب میں احادیث کی کثرت ان کی اس مہارت اور تبحرِ علمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مؤلف کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے متعدد مقامات پر صحیحین کی روایات اپنی سندِ سماعت سے درج کی ہیں۔[19]

احادیث سے استدلال کے حوالے سے مؤلف کا اسلوب یہ ہے کہ وہ وقائع سیرت کے بیان میں بطور ثبوت یا وضاحت احادیث سے بکثرت استدلال کرتے ہیں۔ بیشتر مقامات پر واقعاتِ سیرت کے بیان کے ضمن میں موصوف واقعہ سے متعلق سیرت نگاروں کے اقوال بیان کرنے کی بجائے صرف روایت حدیث بیان کرتے ہیں اور کبھی کتبِ سیرت کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں لیکن واقعہ کی تفصیلات روایاتِ حدیث کی صورت میں بیان کرتے ہیں۔ موصوف کی ہر ممکن کوشش ہوتی ہے کہ وہ ہر واقعہ سے متعلق کوئی نہ کوئی حدیث ضرور درج کریں۔ مؤلف کے استدلال بالحدیث کی چند مثالیں :

القسم الاول کے باب دوم میں نبی کریم ﷺ کے چچا ابو طالب کی وفات کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں مؤلف نے آخر وقت میں آپ ﷺ کے ان کو دعوتِ اسلام دینے کا تذکرہ کیا ہے اور اس بارے میں کسی سیرت نگار کا قول ذکر کرنے کی بجائے براہ راست صحیح بخاری کی روایت بیان کی ہے۔[20]

القسم الاول کے باب سوم میں غزوہ ذات الرقاع کی تاریخ وقوع کا تعین کرتے ہوئے امام العامری نے اقوال اہل السیر کی بجائے صحیحین کی روایت سے استدلال کیا اور اسی کو ترجیح دی۔ لکھتے ہیں:

> وفيها كان من الغزوات غزوة ذات الرقاع الى نجديريدغطفان واختلف في تسميتها بذلك على أقوال أصحها ما ثبت فى صحيح البخارى ومسلم عن أبى موسى الاشعرى ان أقدامهم نقبت فلفوا عليها الخرق ولهذا قال البخارى انها بعدخيبرلان أبا موسى الاشعرى انما جاء بعدخيبر۔[21]

حجۃ الوداع کے واقعات بیان کرتے ہوئے مؤلف نے ابن اسحاق کے حوالے سے ایک قول کا ذکر کیا لیکن اس کو بیان صحیح بخاری کے حوالے سے کیا۔ گویا وہ ابن اسحاق کے الفاظ ذکر کرنے کی بجائے امام بخاری کی روایت کو ترجیح دے رہے ہیں: موصوف رقمطراز ہیں:

> ومن ذلك ما روى ابن اسحق وغيره ومعناه في الصحيحين عن عمروابن خارجة قال بعثني عتاب بن أسيدالى رسول اللهﷺفي حاجة ورسول اللهﷺواقف بعرفة فبلغته ثم وقفت تحت ناقة رسول اللهﷺوان لعابهاليقع على رأسى فسمعته وهويقول أيها الناس ان الله قدأدى إلى كل ذى حق حقه وانه لا يجوز وصية لوارث والولدللفراش وللعاهرالحجرومن ادعى الى غيرأبيه أوتولى غير مواليه فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين لا يقبل الله منه صرفا ولا عدلا۔[22]

القسم الاول کے باب سوم "**في ذكرنبوته وما بعدها الى هجرتهﷺ**" میں موصوف نے ہجرت سے قبل پیش آنے والے واقعات سنہ کی ترتیب سے بیان کیے ہیں۔ اس ضمن میں انھوں نے آپ ﷺ کے طائف جا کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے کا واقعہ تفصیلاً بیان کیا ہے۔ بعد ازاں

انھوں نے ذکر کیا کہ طائف سے واپسی پر ایک جگہ نماز ادا کرتے ہوئے جنات نے آپ ﷺ سے قرآن سنا تھا اور بطور استدلال ابن اسحاق اور دیگر سیرت نگاروں کے اقوال کا محض اشارتاً تذکرہ کیا ہے۔ پھر مؤلف نے جنات کے قرآن سننے کے واقعے سے متعلق ایک دوسرا قول درج کیا کہ جنات نے آپ ﷺ سے قرآن طائف سے واپسی کے سفر میں نہیں بلکہ سوق عکاظ سے واپسی پر نمازِ فجر کی قراءت میں سنا تھا اور اس قول کے ثبوت میں صحیح بخاری کی حدیث پیش کی۔[23]

علاوہ ازیں مؤلف روایاتِ حدیث پر نقد و جرح کرکے حکم بھی لگاتے ہیں۔ سند اگر ضعیف ہو تو اس کی نشاندہی بھی کرتے ہیں۔ روایات میں تطبیق پیدا کرنے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً

ہجرت کے نویں سال کے واقعات بیان کرتے ہوئے امام العامری نے نبی اکرم ﷺ کے اپنی ازواج سے علیحدگی اختیار کرنے کا واقعہ بیان کیا اور اس کی وجوہات کا تعین کرنے کیلیے تین روایات پیش کیں۔ مؤلف نے ان میں سے تیسری (ام شریک والی) روایت کو سند اور متن دونوں اعتبار سے کمزور قرار دیا۔ موصوف رقمطراز ہیں:

ثم اختلفوا فی التحریم الذی عاتبه الله تعالیٰ علیه،فقیل:هوتحریمه للعسل،وقیل:تحریمه لمستولدة ماریة حین وطئها فی بیت حفصة،فارضاها بان حرمها،وقیل:تحریمه لام شریک:اذ وهبت نفسها له،فلم یقبلها لاجل ازواجه،واصحها الاول،ثم الثانی،وعلیه اکثرالمفسرین،لکنه لم یخرج فی الصحیح وسنده مرسل،واما الثالث:فضعیف اسنادا ومتنا۔[24]

اسراء و معراج کا تذکرہ کرتے ہوئے مؤلف نے اس مسئلہ کے بارے میں اختلاف کا تذکرہ کیا کہ نبی کریم ﷺ کو یہ واقعہ حالت خواب میں پیش آیا یا حالت بیداری میں؟ پھر انہوں نے متعارض آراء بیان کرکے درج ذیل الفاظ میں تطبیق پیش کی:

واختلف هل كان بروحه وجسده يقظة أوبروحه فقط مناما مع اتفاقهم ان رؤيا الانبياء وحي واختلافهم بحسب اختلاف الروايات في ذلك والصحيح الاول انه بالروح والجسدوطريقة الجمع بينهما أن يقال كان ذلك مرتين أولاهما مناما قبل الوحي كما في حديث شريك ثم اسرى به يقظة بعدالوحي تحقيقا لرؤياه۔۔۔الخ۔[25]

اقوال و آثارِ صحابہ سے استدلال

صحابہ کرام کے اقوال بھی شریعتِ اسلامی کا اہم مصدر و ماخذ ہیں۔ صحابہ کرام نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ نبی اکرم ﷺ کی بابرکت تربیت میں گزارا اور وہ اسلامی احکام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے، لہٰذا ان کے اقوال بھی ہمارے لیے راہنمائی کا اہم ذریعہ ہیں۔ بهجة المحافل میں علامہ العامری نے اقوال و آثار صحابہ کو بھی اہم ماخذ کے طور پر اختیار کیا ہے۔ مؤلف کے اقوال و آثار صحابہ سے استدلال کی چند مثالیں درج ذیل ہے:

القسم الثالث کے باب سوم "فی شمائله ﷺ فی العبادات والمتكررات" کی ایک **فصل** "فی عادته ﷺ فی الصلوات وماشتملت علیه من الکیفیات والسنن" میں نماز کے متعلق نبی اکرم ﷺ کے شمائل بیان کیے گئے ہیں۔ اس فصل میں مؤلف نے جلدی جلدی نماز ادا کرنے کے بارے میں حضرت حذیفہ بن یمان کے ایک قول سے استدلال کیا کہ جلدی جلدی نماز ادا کرنے والے کی نماز نہیں ہوتی۔ وہ لکھتے ہیں کہ

حضرت حذیفہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ رکوع و سجود پورے نہیں کر رہا تو انہوں نے اس سے پوچھا کہ تم کتنے سالوں سے نماز ادا کر رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ چالیس سال سے۔ حضرت حذیفہ نے فرمایا: تم نے نماز ادا نہیں کی اور اگر تم اسی طرح مر گئے تو تم اس فطرت پر نہیں مروگے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو بھیجا تھا (یعنی فطرت اسلام پر)۔[26]

ہجرت کے چوتھے سال مؤلف نے نمازِ قصر کے حکم کے نزول اور اس کے مسائل کا ذکر کیا اور اس ضمن میں حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ قول درج کیا کہ ایک شخص نے ان سے سوال کیا: اے ابو عبدالرحمٰن! ہم نماز خوف اور حضر کو تو قرآن کریم میں پاتے ہیں لیکن سفر والی نماز نہیں پاتے۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے جواب دیا: اے بھتیجے! بیشک اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو ہماری طرف مبعوث فرمایا تو ہم کچھ نہیں جانتے تھے۔ ہم تو بس وہی کرتے تھے، جو اُن کو کرتے ہوئے دیکھتے تھے۔[27]

اقوال فقہاء سے استدلال

بھجة المحافل میں بہت سے مقامات پر صاحبِ کتاب نے واقعات سیرت سے فقہی احکام اخذ کیے ہیں اور ان کے ضمن میں ائمہ اربعہ اور دیگر فقہاء کے اقوال سے بھی استدلال کیا ہے۔ اس ضمن میں مصنف کا اسلوب یہ ہے کہ وہ زیر بحث مسئلہ کے بارے میں مختلف ائمہ وفقہاء کے اقوال بیان کرتے ہیں۔ چند مقامات پر انھوں نے امام شافعی کے قول کو ترجیحاً بیان کیا ہے لیکن اکثر کسی قول کو ترجیح نہیں دیتے۔

گویا کسی ایک خاص مسلک کی پیروی کرنے اور ہر حال میں اسی کو راجح اور درست قرار دینے سے اجتناب کرتے ہیں۔ کتاب سے اقوال ائمہ وفقہا سے استدلال کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

القسم الاول کے باب اول میں مؤلف نے مکہ اور مدینہ کی فضیلت کے بارے میں ایک الگ فصل قائم کی ہے۔ اس فصل میں انھوں نے یہ بحث کی ہے کہ ان دونوں مقدس شہروں میں سے کونسا شہر زیادہ افضل ہے۔ اس بحث کے دوران انہوں نے فقہاء کے مختلف اقوال ذکر کیے ہیں لیکن کسی قول کو ترجیح نہیں دی۔ لکھتے ہیں:

> فذهب اهل مكة واهل الكوفة الى تفضيل مكة وهوقول الشافعي وعليه جماعة من المالكية وذهب مالك واكثر المدنيين الى تفضيل المدينة وهوقول عمربن الخطاب۔[28]

غزوہ بنی المصطلق کے واقعات بیان کرتے ہوئے مؤلف نے تیمم کے احکام و مسائل بیان کرتے ہوئے امام شافعی کے مذہب کے موافق قول ترجیحاً بیان کیا ہے۔ موصوف رقمطراز ہیں:

> وصاحب الجبائريمسح عليها ولا يعيدان كان وضعها على طهرولا يصلي بتيمم واحدأكثرمن فريضة ويتنفل ما شاء والله اعلم وهذا مذهب الشافعی۔[29]

علامہ العامری بعض مقامات پر امام شافعی کے مسلک کی تصحیح و وضاحت بھی کرتے ہیں مثلاً نماز کسوف کا تذکرہ کرتے ہوئے انھوں نے امام شافعی کے مذہب کے بارے میں لوگوں کے اس نظریے کی تصحیح و وضاحت کی ہے کہ امام شافعی نمازِ کسوف میں طویل سجدہ کے قائل نہیں تھے۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ امام شافعی کے مسلک سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ نمازِ کسوف میں طویل سجدہ کے قائل نہیں تھے لیکن یہ درست نہیں، کیونکہ صحیحین اور دیگر کتب احادیث میں مذکور صحیح اور واضح احادیث سے طویل سجود کرنا ثابت ہیں اور امام شافعی کی اس مسئلہ کے بارے میں نص ہے

کہ ''آپ ﷺ دو مکمل اور لمبے سجود کرتے تھے جن کی طوالت (نماز کسوف کے طویل) رکوع کے برابر ہوتی تھی''تو یہ عبارت ظاہر کرتی ہے کہ امام شافعی کے بارے میں یہ سمجھنا کہ وہ (نماز کسوف میں) طویل سجدہ کے قائل نہیں ہیں، غلط ہے۔[30]

اشعار سے استدلال

مؤلف نے بہت سے مقامات پر وقائع سیرت کے بیان میں اشعار سے بھی استدلال کیا ہے۔ متقدمین میں سے ابن اسحاق اور ابن ہشام کی کتبِ سیرت میں بھی ہمیں اس اسلوب کی جھلک نظر آتی ہے۔ **بهجة المحافل و بغية الاماثل** میں جن مقامات پر یہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے، اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

القسم الاول کی ابتدا میں مؤلف نے نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس کے فضائل بیان کیے ہیں۔ اس ضمن میں انھوں نے حضرت ابو طالب کے درج ذیل اشعار نقل کیے ہیں جن میں انھوں نے آپ ﷺ کو تمام قریش میں افضل ترین قرار دیا تھا:

وان فخرت يوماً فان محمداً ... هوالمصطفىٰ من سرّهاوصميمها

فاصبح فينا احمدفي ارومة ... تقصرعنها سورة المتطاول[31]

غزوہ مؤتہ میں جب حضرت زید بن حارثہ کی شہادت کے بعد نبی کریم ﷺ کے حکم کے مطابق حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے بعد حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے اسلامی لشکر کی کمان سنبھالی تو دونوں صحابہ کرام نے اس موقع پر جو اشعار کہے، مؤلف ان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثم أخذها جعفروقاتل قتالا شديدا ثم نزل عن فرسه فعقرها فكان أوّل من عقرفي الاسلام وجعل يقول:

يا حبذا الجنة واقترابها ... طيبة وباردا شرابها

والروم روم قددنا عذابها ... كافرة بعيدة أنسابها

ثم أخذ الراية بعدهما عبدالله بن رواحة وجعل يقول:

يا نفس ألا تقتلي تموتي ... هذا حمام الموت قدصليتي

وما تمنيت فقدأوليتي ... ان تفعلى فعلهما هنيت[32]

رسول اللہ ﷺ کے وصال پُر ملال کے موقع پر صحابہ کرام کی جو کیفیت تھی یحیٰ بن ابی بکر العامری نے اس کا تفصیلی نقشہ کھینچا ہے اور متعدد صحابہ کرام کے اشعار بیان کیے ہیں جو انہوں نے رحلتِ نبوی ﷺ کے موقع پر کہے۔ مؤلف کے مطابق حضرت فاطمہ بنتِ رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر یہ اشعار کہے:

أغبّرآفاق السماء وكورت ... شمس النهاروأظلم العصران

والارض من بعدالنبي كئيبة ... أسفا عليه كثيرة الرجفان[33]

نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبد المطلب نے آپ ﷺ کی رحلت کے موقع پر درج ذیل اشعار کہے:

ألا يا رسول الله كنت رجاؤنا ... وكنت بنابرا ولم تك جافيا

وكنت رحيما هاديا ومعلما ... ليبك عليك اليوم من كان باكيا[34]

اشعار درج کرنے سے کتاب کی خوبصورتی میں اضافہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں کسی واقعہ کے متعلق کہے گئے اشعار بعض اوقات اس واقعہ کی جزئیات بھی بیان کر دیتے ہیں۔ اس لحاظ سے مؤلف کا یہ اسلوب بھی دلکشی اور مقصدیت سے معمور ہے۔

روایات سیرت سے استنباط احکام و عبر

بهجة المحافل و بغية الاماثل میں امام العامری کا ایک اہم اور منفرد اسلوب یہ ہے کہ انھوں نے وقائع سیرت کو محض بیان کر دینے ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان سے مسائل و احکام کا استخراج و استنباط بھی کیا ہے۔ جدید سیرت نگار اس اسلوب کو "فقه السيرة" کا نام دیتے ہیں۔ موصوف نے کتاب میں جو احکام و عبر اخذ کیے ہیں ان میں کچھ مباحث عقائد سے متعلق ہیں جیسے رؤیتِ باری تعالیٰ، عصمتِ انبیاء، جنات کی اصلیت، وجوبِ حج اور ملحدین کا انکار، ایمانِ مقلد، مشاجراتِ صحابہ، کبیرہ گناہ کے مرتکب کے سلب ایمان کا مسئلہ وغیرہ اور بعض عبادات سے متعلق مسائل و احکام ہیں مثلاً نمازِ قصر، نمازِ کسوف و خسوف اور صلاۃ الخوف کے مسائل، تیمم کے احکام، عاشورہ کے روزہ کی حکمت و مشروعیت و منسوخیت اور حج و عمرہ کے احکام و مسائل وغیرہ۔ کتاب میں مذکور بعض احکام معاشرتی و عائلی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں جیسے عقیقہ، بیویوں کے ساتھ عدل، حد قذف اور ظہار و لعان وغیرہ جبکہ کچھ مسائل انسان کی معاشی زندگی سے متعلق ہیں مثلاً حکومتی سطح پر اشیاء کے نرخ مقرر کرنا اور خرید و فروخت کے مسائل وغیرہ۔ اس کے علاوہ صاحبِ بهجة المحافل نے کتاب میں بعض مقامات پر اصولی مباحث کا بھی تذکرہ کیا ہے جن میں اجتهاد النبی ﷺ، اخف المفسد تین (یعنی بڑی برائی سے بچنے کے لیے چھوٹی برائی کو اختیار کرنا) اور حج کی استطاعت ہونے کے باوجود اس کی ادائیگی میں تاخیر کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ ذیل میں وقائع سیرت سے استنباط و استخراج کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

عقائد سے متعلق مباحث

امام العامری نے اپنی کتاب میں متعدد مقامات پر عقائد سے متعلق احکام و مسائل پر روشنی ڈالی ہے جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

عصمت انبیاء علیہم السلام کا عقیدہ بہت ہی نازک اور ایمان بالرسل کا ایک اہم نکتہ ہے جس کے بغیر ایمانیات کا یہ اہم ترین جزو پایہ تکمیل تک نہیں پہنچتا۔ کتاب میں اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے کہ نبی کریم ﷺ مشرف بہ نبوت ہونے سے پہلے کس شریعت پر عمل پیرا تھے، مؤلف نے امام نووی کے حوالے سے علماء کا متفقہ عقیدہ بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی کسی بت کی پوجا نہیں کی نہ ہی جاہلیت کی خرافات میں سے کسی کے قریب بھی گئے۔ اسی طرح تمام انبیاء کرام ہر قسم کے کفر اور کبیرہ و صغیرہ گناہوں سے نبوت سے پہلے اور بعد معصوم ہوتے ہیں۔ موصوف لکھتے ہیں:

واختلفوا بأی الشرائع كان يدين تلك الايام فقيل بشريعة نوح وقيل ابراهيم و هو الظاهر و قيل موسى عليهم السلام و قيل غير ملتزم شريعة أحد و هو المختار۔ واتفقوا انه ﷺ لم يعبد صنما و لم يقارف شيئا من قاذورات الجاهلية و كذلك الانبياء عليهم السلام جملة معصومون من الكفروا لكبائر قبل النبوة و بعدها من الصغائر أيضا عند المحققين۔[35]

اسراء و معراج کے تذکرہ کے دوران صاحبِ بهجة المحافل نے یہ عقیدہ بیان کیا کہ اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے ظاہری آنکھ سے اللہ رب العزت کا دیدار کیا تھا۔ موصوف فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اسراء کی رات اللہ تعالیٰ کو اپنے سر کی آنکھوں (یعنی کھلی آنکھ سے) دیکھا تھا اور یہ بات صحیح ہے، اکثر صحابہ کرام اور علماء کا یہی قول ہے اور اس کی مانع کوئی ظاہری دلیل بھی نہیں ہے:

ورأى رسول اللهﷺربه ليلة الاسراء بعيني رأسه هذا هوالصحيح وعليه أكثرالصحابة والعلماء وليس للمانع دليل ظاهروانما احتجت عائشة بقوله لا تُدْرِكُهُ الْأَبْصارُ. وأجاب الجمهوران الادراك هوالاحاطة والله سبحانه لا يحاط به ويراه المؤمنون في الآخرة بغيراحاطة وكذلك رآه رسول اللهﷺليلة الاسراء۔[36]

پانچویں سنِ ہجری کے ضمن میں مؤلف نے حج کی فرضیت کا ذکر کیااور پھر حج و عمرہ کے مسائل پر سیر حاصل گفتگو کی۔ یہاں انہوں نے حج کے وجوب کاانکار کرنے والوں کا بھی تعاقب کیااوران کے باطل خیالات و نظریات کا رد درج ذیل الفاظ میں کیا:

ثم ان وجوبه اجماع وانكرته الملحدة حيث عرضوا أفعاله على عقولهم السخيفة كالتجرد عند الاحرام والوقوف والرمى والرّمل فحين لم يعرفوا وجه الحكمة والمراد بها جانبوه جملة فكفروا وجهلوا إذ لم يعلموا أن الواجب على العبيد امتثال أحكام المولى فيما يريده وانقياد أهل العقول لما جاء به الرسول عرف وجه الحكمة في ذلك أو جهل۔[37]

فتح مکہ کے تذکرہ سے قبل امام العامری نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا کفار مکہ کو خط بھیجنے اور نبی کریمﷺ کے حضرت علی کو بھیج کر راستے ہی سے وہ خط واپس منگوا لینے اور حضرت عمر کے کہنے کے باوجود حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے خلاف کارروائی نہ کرنے کا تفصیلی واقعہ بیان کیااور اس سے یہ مسئلہ اخذ کیا کہ ''کبائر ذنوب ایمان کو سلب نہیں کرتے اوران کا مرتکب کافر نہیں ہوتا''۔امام العامری فرماتے ہیں:

وتضمنت منقبة لحاطب حيث خوطب بالايمان وهوأمر باطن ففيه دليل على أن كبائر الذنوب لا تسلب الايمان ولا يكفر أهلها۔[38]

عبادات سے متعلق احکام و مسائل

بھجۃ المحافل میں بہت سے مقامات پر امام العامری نے واقعات سیرت بیان کرتے ہوئے عبادات سے متعلق احکام بیان کیے ہیں اور مختلف روایات واحادیث کے حوالے سے ان پر روشنی ڈالی ہے۔ذیل میں ایسے چند مقامات کی نشاندہی کی جاتی ہے:

ہجرت کے پہلے سال کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے مؤلف نے اس سال نبی کریمﷺ کے عاشورہ کے دن کا روزہ رکھنے کا تذکرہ کیااور اس کے احکام و مسائل پر بھی مختصراً روشنی ڈالی۔ پھر انھوں نے بیان کیا کہ رمضان المبارک کی فرضیت کے بعد عاشورہ کے روزہ کی واجبیت منسوخ ہو گئی اور یہ صرف سنت کے طور پر باقی رہا۔[39]

القسم الاول کے باب سوم میں مصنف نے 4ھ کے واقعات کا ذکر کیا ہے۔اس ضمن میں انھوں نے نمازِ قصر کے حکم کے نزول کا تذکرہ کیا ہے اور نمازِ قصر کے مسائل واحکام بھی بیان کیے ہیں۔انھوں نے نمازِ قصر کی مسافت اور شرائط وغیرہ کے بارے میں مختلف ائمہ وفقہاء کے اقوال بطور استدلال پیش کیے ہیں۔[40]

ہجرت کے چوتھے سال غزوہ ذات الرقاع کا ذکر کرتے ہوئے مؤلف نے صلاۃ الخوف کا تذکرہ کیااور اس کا مکمل طریقہ اور مسائل بیان کیے۔بعدازاں مؤلف نے یہ نکتہ اخذ کیا کہ اسلام کسی بھی حالت میں ترکِ نماز کی اجازت نہیں دیتا، وہ فرماتے ہیں:''اس(نمازِ خوف) میں اس امر کی دلیل ہے کہ نماز کو چھوڑنے یا موخر کر کے پڑھنے کی کسی قسم کی کوئی رخصت نہیں ہے اگر ہوتی تو نبی کریمﷺ کے ساتھ اسلام کے دشمنوں کے ساتھ محاذ آرائی کرنے والی مجاہدین کی یہ جماعت اس کی سب سے زیادہ حقدار تھی۔اور یہ اس(نماز) کو تمام دوسری عبادات سے ممتاز

بھی کرتی ہے کہ وہ سب (دوسری عبادات) تو کسی نہ کسی عذر کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہیں، ان میں رخصت و نیابت کی گنجائش بھی ہوتی ہے اور ان کو چھوڑنے پر قتل کی سزا نہیں دی جاسکتی۔ لیکن سستی کی وجہ سے نماز ترک کرنے والے کو تو حد کے طور پر قتل کیا جاتا ہے۔ نماز عقل کی وجہ سے واجب ہوتی ہے، طاقت کی وجہ سے نہیں، اس کی دلیل اس کے بارے میں یہ ہدایت ہے کہ جو کھڑا نہیں ہو سکتا، وہ بیٹھ کر پڑھے اور جو بیٹھ بھی نہیں سکتا، وہ لیٹ کر نماز ادا کرلے۔"[41]

غزوہ بنی المصطلق کے واقعات بیان کرتے ہوئے مؤلف نے جب تیمم کی رخصت کے نزول کی بات کی تو اس موقع پر انہوں نے تیمم سے متعلق واقعات اور مسائل واحکام (شرائط، فرائض، سنن اور اسے باطل کرنے والے امور) بھی بیان کیے:

اما احكام التيمم فانه يجزى عن كل حدث وشرائطه خمس وجود العذر من سفر أو مرض ودخول الوقت وطلب الماء أوتعذر استعماله والتراب الطاهر۔۔۔الخ[42]

چھٹے سنہ ہجری میں علامہ العامری نے صلوۃ استسقاء اور صلوۃ کسوف کے مسائل و حوادث بیان کیے ہیں اور اس ضمن میں جملہ احکام (مشروعیت اور ادائیگی کا طریقہ وغیرہ) پر تفصیلاً روشنی ڈالی ہے۔[43]

معاشی مسائل

نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ سے معاشی واقتصادی معاملات کے بارے میں بہت کچھ راہنمائی ملتی ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے بطور سربراہ ریاست، معاشی ترقی واستحکام کیلیے بہت سے انقلابی اقدامات اٹھائے، جن کے بہترین نتائج حاصل ہوئے اور اسلامی ریاست معاشی طور پر مستحکم ہو گئی۔ ذیل میں کتاب میں موجود سیرت طیبہ سے مستنبط شدہ ان احکام و عبر کا ذکر کیا جائے گا، جو معیشت سے متعلق ہیں:

ا۔ غزوہ ذات الرقاع کے ضمن میں مؤلف نے حضرت جابر بن عبداللہ کے نبی کریم ﷺ کو اونٹ فروخت کرنے والا واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس سے درج ذیل مسائل اخذ کیے ہیں:

- بیع میں شرط لگانا (جیسے واقعے میں یہ شرط لگائی گئی تھی کہ اونٹ مدینہ واپس پہنچ کر خریدار کے حوالے کیا جائے گا): مؤلف نے اس بارے میں فقہاء کے مختلف اقوال ذکر کیے ہیں کہ امام مالک اور امام احمد بن حنبل بیع میں شرط کے قائل ہیں جبکہ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی اس کے عدم جواز کے قائل ہیں۔
- الفاظ سے بیع کا واقع ہو جانا: ابو بکر العامری لکھتے ہیں کہ الفاظ سے بیع واقع ہو جاتی ہے جیسے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "قد أخذته بها" تو آپ ﷺ کے اس فرمان سے بیع واقع ہو گئی۔
- مصنف مذکورہ بالا واقعہ سے یہ مسئلہ بھی اخذ کرتے ہیں کہ قرض کی ادائیگی میں کسی کو وکیل مقرر کرنا اور قرض کی واپسی کے وقت اس میں کچھ اضافہ کرنا جائز ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جابر کو کچھ زیادہ دیا تھا۔[44]

۲۔ نبوت کے آٹھویں سال کے ضمن میں مؤلف نے حکومتی طور پر اشیاء کے نرخ مقرر کرنے کے مسئلہ پر روشنی ڈالی اور ابوداؤد کی حدیث کے حوالے سے ذکر کیا کہ مدینہ منورہ میں مہنگائی زیادہ ہو گئی تو لوگوں نے درخواست کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نرخ مقرر فرما دیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی نرخ مقرر فرمانے والا ہے۔ وہی فراخی اور تنگی پیدا کرنے والا ہے۔ (گویا آپ ﷺ نے نرخ مقرر کرنا پسند نہ

فرمایا اور آپ ﷺ کے اس عمل مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت یا کسی اور کو نرخ مقرر کرنے یا کنٹرول کرنے کا اختیار نہیں ہے)۔ موصوف لکھتے ہیں:

وفيها وقع غلاء في المدينة فقالوا يا رسول الله ﷺ سعرلنا فقال ان الله هوالمسعرالقابض الباسط الرزاق واني لأرجوان القى الله وليس أحدمنكم يطالبنى بمظلمة في دم ولا مال۔[45]

معاشرتی و عائلی احکام

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور یہ انسانی زندگی اور معاشرے کے ہر پہلو کے بارے میں راہنمائی کرتا ہے۔ سیرت طیبہ میں معاشرتی اور عائلی مسائل و واقعات کثرت سے ملتے ہیں جن سے ہمیں اپنی معاشرتی اور عائلی زندگی کو بہتر بنانے اور سنوارنے میں مدد ملتی ہے۔ امام العامری نے کتاب میں جن مقامات پر واقعات سیرت سے معاشرتی اور عائلی احکام و مسائل وغیرہ کا استنباط کیا ہے، وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ غزوہ بنی المصطلق کے ضمن میں حضرت عائشہ سے مروی واقعہ افک والی تفصیلی روایت سے مؤلف نے درج ذیل معاشرتی احکام اخذ کیے:

- کوئی چیز ادھار لینا اور سفر میں ہمراہ لے جانا جائز ہے۔ جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہار ادھار مانگ کر غزوہ بنی المصطلق کے سفر میں ساتھ لے گئی تھیں۔
- آدمی کا اپنی بیٹی کو ڈانٹ ڈپٹ کرنا درست ہے، خواہ وہ شادی شدہ ہو اور اس کے گھر سے جا چکی ہو۔
- ضرورت کے وقت قرعہ اندازی کرنا جائز ہے۔ جیسے غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ جانے کے لیے ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی ہوئی تھی۔
- آدمی سے اس کے بارے میں کی گئی وہ بات چھپائی جا سکتی ہے، جس میں اس آدمی کا فائدہ نہ ہو۔ جیسے حضرت عائشہ پر لگنے والی تہمت کو ان سے چھپایا گیا تھا۔
- آدمی اپنے دوست سے اس وجہ سے ناراض ہو سکتا ہے کہ وہ اچھے لوگوں کو تکلیف دیتا ہے، جیسے مسطح بن اثاثہ کے ساتھ ہوا۔
- عورت خاوند کی اجازت کے بغیر اپنے میکے نہیں جا سکتی۔ جیسے تہمت لگنے کے بعد نبی اکرم ﷺ کے بدلے ہوئے رویے کو دیکھتے ہوئے حضرت عائشہ آپ ﷺ سے اجازت لے کر اپنے میکے چلی گئی تھیں۔
- صلہ رحمی کرنا ضروری ہے اگرچہ رشتہ دار تکلیف کا باعث ہی بنیں۔ جیسے حضرت ابو بکر صدیق نے تہمت لگانے کے باوجود اپنے رشتہ دار حضرت مسطح بن اثاثہ کو امداد جاری رکھی تھی۔ آدمی کا اپنے متعلق ہر کام کی چھان بین کرنا مستحسن عمل ہے۔
- دوست کے دوست کی تکریم کرنی چاہیے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ، حضرت حسان کی تکریم کرتی تھیں کہ وہ نبی اکرم ﷺ کا دفاع کرتے ہیں۔
- کسی کو غلط بات پر برا بھلا کہنے میں مضائقہ نہیں۔ جیسے افک کے معاملے میں حضرت سعد بن معاذ نے حضرت سعد بن عبادہ کو ڈانٹا تھا۔[46]

۲۔ واقعہ افک ہی کے ضمن میں یحیٰ بن ابی ابکر العامری نے قذف کے احکام ایک الگ فصل میں بیان کیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

قذف کے مسائل و احکام یہ ہیں کہ جو کسی پر ناحق زنا کا الزام لگائے، اس پر حد واجب ہو جاتی ہے۔ اس کیلیے آٹھ شرائط ہیں، جن میں سے تین قذف لگانے والے کے لیے ہیں کہ وہ عاقل ہو، بالغ ہو اور مقذوف کا والد نہ ہو۔ اسی طرح مقذوف کی پانچ شرائط ہیں کہ وہ مسلمان ہو، عاقل ہو، بالغ

ہو، آزاد ہو اور غلطی (جس کا اس پر الزام لگایا جا رہا ہے) سے پاک ہو۔ اور چار چیزوں کی وجہ سے حد قذف ساقط ہو جاتی ہے اگر الزام کا ثبوت مل جائے، مقذوف معاف کر دے، یا الزام کا اقرار کر لے یا یہ لعان کا معاملہ ہے (کیونکہ لعان میں خاوند بیوی پر جب الزام لگاتا ہے تو وہ سچا ہو یا جھوٹا اس پر حد نہیں لگتی)۔[47]

۳۔ ہجرت کے تیسرے سال کے واقعات بیان کرتے ہوئے مؤلف نے نواسہ رسول ﷺ حضرت حسن بن علی کی ولادت کا ذکر کیا اور اس ضمن میں انہوں نے مولود کے احکام و سنن پر مختصر انداز میں روشنی ڈالی۔ موصوف نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت حسن پیدا ہوئے تو آپ ﷺ نے انھیں بلوایا۔ ان کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ پھر ان کی طرف سے دو مینڈھے (بطور عقیقہ) ذبح کیے، ان کا سر منڈوایا، ان کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی اور دائی کو بکری کی ران اور ایک دینار معاوضہ دیا۔[48]

۳۔ القسم الاول کے باب سوم میں چار سن ہجری کے واقعات کے بیان میں مؤلف نے نبی کریم ﷺ کے حضرت ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ مخزومی کے ساتھ عقد کا تذکرہ کیا اور ان کے ہاں تین دن قیام کا ذکر کیا اور اس سے انھوں نے یہ عائلی مسئلہ اخذ کیا کہ سب بیویوں کے ساتھ عدل کے پیش نظر برابر وقت گزارنا چاہئے۔ امام العامری اس بارے میں علماء کے اقوال یوں بیان کرتے ہیں:

وقيل ان ذلك حق للمرأة فيثبت لها ذلك سواء كان عندالزوج غيرها أم لا ونقله ابن عبدالبر عن الجمهورواختاره النووي---الخ[49]

۴۔ ہجرت کے چھٹے سال ہی کے ضمن میں مؤلف نے ظہار کے حکم کے نزول کا تذکرہ کیا اور تمام واقعات ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ اس کا طریقہ اور احکام بھی بیان کیے۔ موصوف نے اس بات پر حیرت و تعجب کا اظہار بھی کیا کہ ظہار کے بارے میں صحیحین میں کوئی روایت منقول نہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

والعجب لم يروياه في الصحيحين وقدنطق به القرآن المبين وانما رويا حديث المحترق المجامع في نهار رمضان وقصته شبيهة بهذه من حيث اتحادالكفارة فيهماوتصدق النبىﷺعليهما۔[50]

کتاب میں مذکور اصولی مباحث

بهجة المحافل و بغية الاماثل میں استنباط و استخراج احکام و مسائل کے ضمن میں اصولی مباحث سے بھی مدد لی گئی ہے جس سے کتاب کی اہمیت دوچند ہو گئی ہے۔ ذیل میں اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

ا۔ پہلی صدی ہجری کے واقعات میں مؤلف نے اذان کی مشروعیت کا ذکر کیا ہے اور تمام واقعات تفصیلاً بیان کیے ہیں کہ لوگوں کو بلانے کے لیے اذان کا طریقہ کیسے اختیار کیا گیا۔ اس ضمن میں مؤلف امام نووی کے حوالے سے یہ نکتہ زیر بحث لائے ہیں کہ کیا اذان کو اختیار کرنا وحی کی وجہ سے تھا یا نبی اکرم ﷺ کے ذاتی اجتہاد کی بنا پر تھا۔ لکھتے ہیں:

قال النووى فشرعه النبىﷺإما بوحى واما باجتهادهﷺعلى مذهب الجمهور في جواز الاجتهاد له ﷺ وليس هوعملا بمجردالمنام هذا ما لا شك فيه بلا خلاف۔[51]

۲۔ چھ ہجری کے واقعات بیان کرتے ہوئے مؤلف نے صلح حدیبیہ کا تذکرہ کیا ہے اور اس ضمن میں وہ اخف المفسدتین کا مسئلہ بھی زیر بحث لائے ہیں۔ فرماتے ہیں:

وقد قال اهل التحقيق والنظرالدقيق بجواز احتمال المفسدة اليسيرة لدفع اعظم منها اولتحصيل مصلحة عظيمة تتوقع باحتمالها۔[52]

۳۔ پانچ ہجری کے واقعات بیان کرتے ہوئے علامہ ابو بکر العامری نے حج و عمرہ کے مسائل واحکام پر مفصل بحث کی اور اس ضمن میں انھوں نے اس مسئلہ پر بھی روشنی ڈالی کہ حد نصاب کو پہنچتے ہی فوراً حج ادا کرنا چاہیے یا اس میں کچھ تاخیر کی گنجائش ہے۔ موصوف رقمطراز ہیں:

واعلم ان وجوبه بعد الاستطاعة على التراخي وقال بعض المالكية على الفور و قال بعضهم ان أخره بعدستين۔[53]

وقائع سیرت سے استنباطِ احکام وعبر کتاب کی اہم خصوصیت ہے اور پوری کتاب اس کی مثالوں سے بھری پڑی ہے لیکن صفحات کی تنگ دامنی اختصار کی متقاضی ہے اس لیے مندرجہ بالا مثالوں پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ مزید امثلہ کے لیے کتاب میں مختلف موضوعات کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

افراد کے مناقب کا بیان

بهجة المحافل میں وقائع سیرت کے بیان کے ضمن میں مؤلف کا ایک خاص اسلوب یہ ہے کہ وہ بعض مقامات پر صحابہ کرام کے مناقب بھی بیان کرتے ہیں۔ یہ ایک منفرد اسلوب ہے جو عموماً کتب سیرت میں نہیں ملتا۔ موصوف کے اس اسلوب کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

۱۔ **القسم الاول** کے باب سوم میں مؤلف نے بنی قریظہ کے قتل کا تفصیلی واقعہ ذکر کیا ہے۔ بعد ازاں مؤلف نے حضرت سعد بن معاذ کی شہادت کا واقعہ بیان کیا اور اس ضمن میں ان کے فضائل و مناقب بھی بیان کیے۔[54]

۲۔ القسم الاول میں مؤلف نے فتح مکہ کے واقعات کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ اس ضمن میں انھوں نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے اہل مکہ کو خط بھیجنے کا تذکرہ کیا ہے اور حضرت حاطب کے مناقب کے بارے میں چند روایات بھی ذکر کی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

وثبت لحاطب أيضا منقبة أخرى وهي ما روينا في صحيح مسلم عن جابر ان عبدا لحاطب جاء رسول الله ﷺ ليشكوا حاطبا فقال يا رسول الله ﷺ ليدخلن حاطب النار فقال رسول الله ﷺ كذبت لا يدخلها فانه شهدبدرا والحديبية۔[55]

یعنی حضرت حاطب کے ایک غلام نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی شکایت کی اور کہا کہ حضرت حاطب جہنم میں جائیں گے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ نہیں (وہ جہنم میں نہیں جاسکتے کیونکہ) وہ اہل بدر اور اہل حدیبیہ میں سے ہیں۔

اہم اشیاء وواقعات کے متعلق الگ فصول

بهجة المحافل میں مؤلف نے مضامین و عنوانات کو اقسام وابواب میں تقسیم کرنے کے ساتھ ساتھ فصول میں بھی تقسیم کیا ہے۔ اس ضمن میں ان کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ اہم موضوعات پر بحث کے لیے الگ الگ فصول قائم کرتے ہیں۔ موصوف نے جن اہم موضوعات کی الگ فصول قائم کی ہیں ان میں حضرت جبریلؑ کے مقام و مرتبہ اور آپ ﷺ پر ان کے نزول کی کیفیات، مہاجرین حبشہ کے فضائل، احکامِ ہجرت، جنات اور ان کی اقسام، مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر، وہ غزوات و سرایا جن کے وقوع کا وقت نامعلوم ہے، تمام غزوات کے آخر میں شہداء کا تذکرہ، غزوات و سرایا کی تعداد، نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کے فضائل، نبی کریم ﷺ کی میراث، نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت، کتب قدیمہ

میں مذکور آپ ﷺ کے نام، مہر نبوت، اہل بیت کے فضائل، حدیث رسول ﷺ اور محدثین کے فضائل، نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام کے فضائل وغیرہ شامل ہیں۔

مصادر و مراجع

علامہ یحیٰ بن ابی بکر العامری نے بهجة المحافل کی تالیف میں جس قدر مساعی کی ہے، اس کا اندازہ کتاب کے اسلوب کے علاوہ مصادر و مراجع سے بھی ہوتا ہے۔ موصوف نے ہر موضوع کی معروف اور امہات کتب سے استفادہ کیا ہے۔ کتب تفاسیر میں سے تفسیر طبری، تفسیر قرطبی اور تفسیر بغوی وغیرہ ان کے اہم ماخذ ہیں جبکہ کتب حدیث میں سے صحاح ستہ، مستدرک حاکم، مسند البزار وابی داؤد الطیالسی، الجمع بین الصحیحین اور شروحاتِ حدیث میں سے شرح صحیح بخاری لسراج الدین انصاری، المنہاج فی شرح مسلم ابن الحجاج اور معالم السنن کے حوالہ جات کتاب میں بکثرت ملتے ہیں۔ کتب فقہ و اصول فقہ میں سے کتاب الام، مختصر المزنی، فتاویٰ امام نووی سے خاصا استفادہ کیا گیا ہے۔ کتب سیرت و مغازی میں سے مغازی ابن اسحاق، مغازی موسیٰ بن عقبہ، السیرۃ النبویہ لابن ہشام، الروض الانف، خلاصۃ السیر سید البشر لمحب الدین الطبری اور الاكتفاء بما تضمنه من مغازی رسول الله والثلاثه الخلفاء لسليمان بن موسى الكلاعى کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ مؤلف نے کتبِ تاریخ وطبقات میں سے جن کتب کو بنیادی مصدر کی حیثیت دی ہے ان میں تاریخ طبری، مروج الذہب للمسعودی، الطبقات الکبری لابن سعد اور الاستیعاب لابن عبدالبر وغیرہ شامل ہیں۔

بهجة المحافل وبغية الاماثل کی شرح

کسی بھی کتاب پر شروحات کا لکھا جانا کتاب کی اہمیت اور علماء کی نظر میں اس کی افادیت اور مقام و مرتبہ پر دلالت کرتا ہے۔ ہر دور میں مختلف کتب پر شروحات لکھی جاتی رہیں۔ یحیٰ بن ابی بکر العامری کی کتاب بھی ان کتب میں شامل ہے جس کی شرح لکھنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ چنانچہ یمن ہی کے ایک معروف اور جید عالم دین "علامہ جمال الدین محمد ابو بکر الاشخر الیمنی"[56] نے یہ مبارک فریضہ سرانجام دیا۔ اس کتاب کی شرح بہت ہی مفید اور مفصل انداز سے لکھی جس سے کتاب کی افادیت اور اہمیت میں اضافہ ہوا۔ اس شرح کی چند اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

متن میں مذکور الفاظ کی لغوی تشریح کی گئی ہے۔ اہم شخصیات کا تعارف کروایا گیا ہے۔ الفاظ کے صحیح اعراب کی وضاحت کی گئی ہے۔ اصطلاحات کی تشریح و توضیح کی گئی ہے۔ الفاظ کے بارے میں اختلاف کی شرح بیان کی گئی ہے۔ قرآن کی سورتوں کی تاویل کی گئی ہے اور ان کے اسباب نزول پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ امام العامری کی بیان کردہ روایات کی تخریج و توضیح کی گئی ہے۔

شرحِ بهجة المحافل کی خصوصیات کی چند مثالیں درج ذیل ہیں (قوسین میں موجود الفاظ و عبارات اصل کتاب کا متن اور قوسین کے بغیر عبارت اس کی شرح ہے):

ا۔ مؤلف بهجة المحافل نے جہاں کسی شخصیت کا نام ذکر کیا ہے، شارح نے اس شخصیت کے مختصر حالات زندگی بیان کر دیے ہیں تاکہ قاری اس شخصیت سے مکمل طور پر واقف ہو سکے:

(الشافعي) هوأبوعبدالله محمدبن ادريس بن العباس ابن عثمان بن شافع بن السائب الشيبة بن عبيد بن عبد بن يزيد بن هاشم بن المطلب بن عبدمناف ولد بغزة قرية من قرى الشام۔[57]

۲۔علامہ ابو بکر الاشخر نے الفاظ کے اعراب کی بھی وضاحت کی ہے اور بتایا ہے کہ اس لفظ کو کس طرح پڑھا جانا چاہئے:

(هرقل) بكسروفتح فسكون القاف كدمشق وقيل بسكون الراء وكسرالقاف كخروع۔[58]

۳۔شارح نے کتاب میں مذکور بعض اصطلاحات کی تشریح اور وضاحت بھی کی ہے کہ یہ اصطلاح کس ضمن میں استعمال کی جاتی ہے:

(في قصيدته)هی كلمات يقصدبها الشاعر بيان مقصوده فهي فعيلة بمعنى مفعولة أي مقصودما فيها۔[59]

مذکورہ بالا ابحاث سے واضح ہوتا ہے کہ **بهجة المحافل و بغية الاماثل** سیرت النبی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔کتاب کے حوالے سے ایک افسوس ناک اور حیرت انگیز پہلو یہ ہے کہ متاخرین کے ہاں اس کتاب کو جو مقام و مرتبہ ملنا چاہیے تھا یہ کتاب اس سے محروم ہے۔یہاں تک کہ تاریخ سیرت نگاری کی بعض معروف کتب میں اس کا تذکرہ تک نہیں ملتا۔یہ بات اہم اور غور طلب ہے کہ اتنی بہترین تصنیف سیرت نگاروں کی نظروں سے اوجھل کیونکر رہ گئی۔ممکن ہے کہ اس کتاب سے قبل تالیف کی گئی علامہ ابن القیم کی کتاب زاد المعاد اور اس کے بعد لکھی جانے والی علامہ السیوطی کی الخصائص الکبریٰ اور علامہ قسطلانی کی المواهب اللدنیہ کی مقبولیت کی وجہ سے یہ کتاب گمنامی کا شکار ہوگئی ہو اور اس سے خاطر خواہ فائدہ نہ اٹھایا جا سکا ہو۔یہ حقیقت ہے کہ ہمارے علماء کے تراشے ہوئے کئی جواہر پارے آج بھی گوشہ گمنامی میں کسی جوہری کے انتظار میں ہیں کہ جو انھیں درخشاں کر کے عوام الناس کے سامنے پیش کرے اور لوگ اس سے بھرپور استفادہ کریں۔علاوہ ازیں یہ گوہر نایاب اس بات کا بھی تقاضا کرتا ہے کہ اس کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کیا جائے اور اس پر مختلف پہلوؤں سے تحقیقی کام کیا جائے۔[60]

خلاصہ بحث

خلاصہ بحث مندرجہ ذیل نکات کی صورت میں بیان کیا جا سکتا ہے:

۱۔"**بهجة المحافل وبغية الاماثل فی تلخيص السيروالمعجزات والشمائل**"نویں صدی ہجری میں تالیف کی گئی کتابِ سیرت ہے۔یمن کے ایک عالمِ دین "ابوزکریا یحیٰ بن ابی بکر العامری الحرضی الیمانی الشافعی" نے اسے تالیف کیا جو ایک جید عالم، محدث اور فقیہ تھے۔

۲۔بهجة المحافل سیرت رسول اللہ ﷺ پر ایک مفید اور منفرد کتاب ہے، جسے مضامین کے تنوع اور سلاست و جامعیت کی وجہ سے سیرت طیبہ کا انسائیکلوپیڈیا قرار دیا جا سکتا ہے۔مؤلف نے کتاب کو تین اقسام اور بعد ازاں ہر "قسم" کو متعدد ابواب و فصول میں تقسیم کیا ہے۔

۳۔مولف واقعاتِ سیرت کے بیان میں قرآن، حدیث، آثار صحابہ و اقوالِ تابعین، اقوالِ فقہاء اور اشعار وغیرہ سے استدلال کرتے ہیں۔

۴۔وقائع سیرت کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ علامہ العامری ان واقعات سے احکام و عبر کا استنباط و استخراج بھی کرتے ہیں۔جس کو جدید اصطلاح میں فقہ السیرہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

۵۔ مؤلف نے، جو کہ خود محدث تھے، اس کتاب میں محدثانہ اسلوب اپنایا ہے۔وہ احادیث کو کثرت سے بیان کرنے کے ساتھ ان کی استنادی اور متنی حیثیت پر بھی بحث کرتے ہیں اور بعض مقامات پر بظاہر متعارض روایات میں تطبیق دیتے بھی دکھائی دیتے ہیں۔

۶۔ وقائع سیرت میں روایات سیرت اور مرویات حدیث، دونوں سے استفادہ کیا ہے لیکن تضاد و تناقض کی صورت میں روایاتِ حدیث کو ترجیح دی ہے۔

۷۔ بعض اہم موضوعات پر بحث کے لیے الگ الگ فصول قائم کی ہیں تاکہ قاری کی دلچسپی برقرار رہے اور واقعات آپس میں خلط ملط نہ ہوں۔

۸۔ **بهجة المحافل** کی تالیف میں ابو بکر العامری نے ہر موضوع کی بنیادی اورامہات کتب سے استفادہ کیا ہے۔ متعدد مقامات پر انھوں نے کتاب اور مؤلف کا نام ذکر کر کے حوالہ جات کا اہتمام کرنے کی کوشش کی ہے۔

۹۔ کتاب پر علامہ جمال الدین محمد ابو بکر الاشخر نے دو جلدوں میں شرح بھی لکھی ہے جو کہ اس کتاب کی افادیت اور اہمیت پر دال ہے۔

۱۰۔ کتاب کے موضوعات اور اس کی اہمیت کے پیش نظر یہ کتاب اس بات کی متقاضی ہے کہ اس کا اردو زبان میں ترجمہ کیا جائے اور اس پر مختلف پہلوؤں سے تحقیقی کام کیا جائے تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے استفادہ کر سکیں۔

This work is licensed under a
Creative Commons Attribution 4.0 International Licence.

حواشی وحوالہ جات

[1] کتاب کا نام "**اچھوتا اور منفرد**" ہے۔ اردو زبان میں اس کا مطلب ہے: "محفلوں کا حسن اور سر کردہ لوگوں کی مطلوبہ چیز۔"

کتاب کے نام کے معانی کی تفصیل درج ذیل ہے:

بهجة: حسن، خوبصورتی (**البَهْجَةُ: الحُسْنُ؛ البَهْجَةُ: حُسْنُ لَوْنِ الشَّيْءِ ونَضَارَتُه**)

دیکھیے: محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی، **لسان العرب**، (بیروت: دار صادر، الثالثه 1414ھ)، ج2، ص216۔

محمد بن محمد بن عبد الرزاق المرتضی الزبیدی، **تاج العروس من جواہر القاموس**، (دار الهدایه، س ن)، ج5، ص430۔

المحافل: محفل کی جمع ہے۔

بغية: ضرورت کی چیز، مطلوبہ چیز (**البُغْيَةُ: الْحَاجَةُ؛ البَغِيَّةُ: الطَّلِبَةُ؛ البُغْيَةُ والبَغِيَّةُ: مَا ابْتُغِي؛ بُغْيَةً وبُغىً طَلَبْتُهُ**)

دیکھیے: ابن منظور الافریقی، **لسان العرب**، ج14، ص76۔

الزبیدی، **تاج العروس من جواہر القاموس**، ج37، ص179۔

الاماثل: سر کردہ لوگ، سردار، بڑے لوگ (**هَؤُلَاءِ أَمَاثِلُ الْقَوْمِ أَي خيارُهم: الأَمْثَل ذُوالْفَضْلِ الَّذِي يَسْتَحِقُّ أَن يُقَالَ هُوأَمثل قَوْمِهِ؛ الأَمْثَل: الأَفْضَل، يُقَال: هُوأَمْثَلُ قَوْمِهِ: أَي أَفْضَلُهم**) دیکھیے: ابن منظور الافریقی، **لسان العرب**، ج11، ص613۔

الزبیدی، **تاج العروس من جواہر القاموس**، ج30، ص383۔

[2] علامہ العامری کی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات کی سند بالترتیب انہی شیوخ سے نبی کریم ﷺ تک پہنچتی ہے۔

[3] مؤلف کے حالاتِ زندگی دیکھنے کے لیے درج ذیل کتب ملاحظہ کریں:

محمد بن عبد الرحمن السخاوی، **الضوء اللامع لأهل القرن التاسع**، (بیروت: منشورات دار مکتبة الحياة، س۔ن)، ج10، ص22۔

محمد بن علی الشوکانی، **البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع**، (بیروت: دار المعرفه، س۔ن)، ج2، ص317۔

خیر الدین بن محمود الزرکلی، **الاعلام**، (دار العلم للملايين، الخامسة عشر 2002)، ج8، ص139۔

[4] یہ کتاب متعدد مَطبعات سے چھپ چکی ہے۔ جن مَطبعات نے بهجة المحافل کو زیورِ طبع سے آراستہ کیا ان میں دار المنهاج للنشر والتوزيع جده (زیر نظر نسخہ)، دار الصادر بیروت، دار الکتب العلمیه بیروت اور مکتبه العلمیه المدینه المنوره شامل ہیں۔

[5] محمد بن علی الشوکانی، **البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع**، ج2، ص317۔

[6] طیب بن عبد الله، **قلادة النحر فی وفيات اعيان الدهر**، (سعودیه: دار المنهاج، الاولیٰ 2008ء)، ص80-81۔

[7] محمدبن عبدالرحمن السخاوی، **الضوء اللامع لأهل القرن التاسع**، ج10، ص22۔

[8] القرآن الکریم 2:143۔

[9] القرآن الکریم 2:144۔

[10] یحیٰ بن ابی بکرالعامری، **بهجة المحافل و بغية الاماثل**، (جده: دارالمنہاج، الاولی2009ء)، ج1، ص146۔

[11] ایضاً ج1، ص49-51۔

[12] القرآن الکریم 2:125۔

[13] القرآن الکریم 29:67۔

[14] القرآن الکریم 27:91۔

[15] القرآن الکریم 87:14-15۔

[16] العامری، **بهجة المحافل و بغية الاماثل**، ج1، ص148۔

[17] القرآن الکریم 4:101۔

[18] العامری، **بهجة المحافل وبغية الاماثل**، ج1، ص184۔

[19] اسناد طویل ہیں اس لیے مقالہ میں درج نہیں کی گئیں۔ امام العامری کی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی اسناد کے لیے دیکھیے:

بهجة المحافل وبغية الاماثل، ج1، ص73، 86۔

[20] i. العامری، **بهجة المحافل وبغية الاماثل**، ج1، 105۔106۔ ii. بخاری، **الجامع الصحیح**، رقم الحدیث: 3884، 4675۔

[21] العامری، **بهجة المحافل و بغية الاماثل**، ج1، ص187-

[22] ایضاً ج1، ص370۔

[23] i. ایضاً ج1، ص112۔106۔ ii. بخاری، **الجامع الصحیح**، رقم الحدیث: 773۔

[24] العامری، **بهجة المحافل و بغية الاماثل**، ج1، ص344۔

[25] ایضاً ج1، ص117۔

[26] ایضاً ج1، ص50۔

[27] ایضاً ج1، ص184۔

[28] ایضاً ج1، ص50 ۔ مؤلف شافعی المسلک ہیں اور یہاں موصوف مکہ کی فضیلت کے قائل دکھائی دیتے ہیں جو کہ شوافع کا قول ہے۔

[29] ایضاً ج1، ص197۔

[30] ایضاً ج1، ص230۔

[31] ایضاً ج1، ص46۔

[32] ایضاً ج1، ص279۔280۔

[33] ایضاً ج1، ص385۔

[34] ایضاً ج1، ص386۔

[35] ایضاً ج1، ص71۔

[36] ایضاً ج1، ص117۔118۔

[37] ایضاً ج1، ص217۔

[38] ایضاً ج1، ص285۔

[39] ایضاً ج1، ص144۔145۔

[40] ایضاً ج1،ص184۔185۔

[41] ایضاً ج1،ص188۔189۔

[42] ایضاً ج1،ص195۔197۔

[43] ایضاً ج1،ص226۔230۔

[44] ایضاً ج1،ص190۔191۔

[45] ایضاً ج1،ص277۔

[46] العامری، **بهجة المحافل و بغية الاماثل**، ج1،ص197۔203۔

[47] ایضاً ج1،ص204۔

[48] ایضاً ج1،ص163۔

[49] ایضاً ج1،ص185۔186۔

[50] ایضاً ج1،ص230۔232۔

[51] i.ایضاً ج1،ص145۔

ii.یحیٰ بن شرف النوری، **المنهاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج**،(بیروت:داراحیاءالتراث العربی، الثانی1392ھ)، ج4،ص76۔

[52] العامری، **بهجة المحافل و بغية الاماثل**، ج1،ص241۔

[53] ایضاً ج1،ص217۔

[54] ایضاً ج1،ص215۔

[55] i. ایضاً ج1،ص285۔ ii. مسلم، صحیح مسلم، باب من فضائل اہل البدر، رقم الحدیث:2495۔

[56] شارح کے حالاتِ زندگی کے لیے دیکھیے:

i. عبدالقادربن شیخ بن عبداللہ العیدروس، **النور السافر عن اخبار القرن العاشر**،(بیروت:دارالکتب العلمیہ۔الاولیٰ1405ھ)، ج1، ص349۔350۔

ii. عبدالحی بن احمدبن محمدبن العماد، **شذرات الذهب فی اخبارمن ذهب**،(دمشق:دارابن کثیر۔الاولیٰ 1406ھ)، ج10،ص623۔

iii. الزرکلی، **الاعلام**، ج8،ص139۔

[57] محمدابوبکر جمال الدین الاشخر، **شرح بهجة المحافل**،(بیروت:دارصادر،س۔ن)، ج1،ص17۔

[58] ایضاً ج1،ص71۔

[59] ایضاً ج1،ص78۔

[60] راقم الحروف(محمد عمیر رؤف)نے اس کتاب کے اسلوب و منہج اورامام یحیٰ بن ابی بکرالعامری کی سیرت نگاری پرایم فل سطح کا مقالہ لکھا ہے۔دیکھیے: محمد عمیر رؤف، یحیٰ بن ابی بکرالعامری بحیثیت سیرت نگار۔**بهجة المحافل وبغية الاماثل** کا خصوصی مطالعہ، غیر مطبوعہ مقالہ،ایم فل علوم اسلامیہ، شعبہ عربی و علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی،لاہور، سیشن2013-2015،ص144۔اس کتاب کے اردو ترجمہ کی سعادت راقم مقالہ (محمد عمیر رؤف) حاصل کررہا ہے۔